جلد02 شمارہ ۱۸، ۲۰۲۴

Article

A Newly-Discovered Effort of Syed Abdullah for Promoting the Oriental Knowledge: Majlis-e-Mushāwarat ‘Uloom-e-Mashraqi (1959)

مشرقی اَلسِنہ واَدبیات کی ترویج و فروغ کے لیے سیّد عبداللہ کی نَو دریافت کاوش: ’مجلسِ مشاورت علومِ مشرقی‘ (۱۹۵۹ء)

Sajid Siddique Nizami[*1]

[1] Assistant Professor, IULL, University of the Punjab, Lahore

*Correspondence: sajidsnizami@gmail.com

ساجد صدیق نظامی،[1]

[۱] اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ زبان و ادبیاتِ اردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813
Received:02-۰7-2024
Accepted:21-۰9-2024
Online:27-۰9-2024

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: Dr Syed Abdullah was an eminent teacher and researcher of Oriental Studies. He spent most of his life struggling to promote and elevate the status of the Urdu language through various widespread academic activities. Due to his efforts, the University Oriental College became the axis of such efforts, while he was the principal. Syed Abdullah made another effort to secure the status of Oriental studies by calling a consultatory meeting when the military had taken over the government in October 1958.

This meeting was called under the title of *Majlis-e-Mushāwarat ‘Uloom-e-Mashraqi* on Jan. 03, 1959. More than forty prominent academicians and learned personalities attended the meeting, discussed the agenda in detail, and concluded the debate with the approval of some necessary measures. Relevant sources are silent about this meeting and its proceedings. Fortunately, the detailed proceedings of the above-said initiative are safe in the Oriental College Library archives. This article uncovers and sheds light on this effort which was still undiscovered.

Keywords: Syed Abdullah, University Oriental College, Majlis-e-Mushāwarat ‘Uloom-e-Mashraqi, Oriental Studies, Urdu Language

قیامِ پاکستان کے بعد کے زمانے سے تقریباً ایک ڈیڑھ دہائی تک کا عرصہ بعض حوالوں سے ہماری فکری و نظری تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ملک کے سیاسی حالات تو جو رہے سو رہے، مختلف فکری محاذوں پر اس قوم کے ہوش مند ذہن رکھنے والوں اور دانش ور حضرات نے نئے کاموں کی بنیاد ڈالنا شروع کی۔ آئین، قانون، فقہ، شریعت، الٰہیات، مذہبیات، شعر و ادب، صحافت، تعلیم، تدریس اور دیگر کئی ایک شعبوں میں نئی مملکت کے قیام کے بعد پیش آمدہ حالات کے تناظر میں متنوع نوعیت کے متجدّدانہ کارہائے نمایاں کی داغ بیل ڈالی گئی۔ کئی ایک اداروں کا قیام عمل میں آیا۔ کئی بین الاقوامی نوعیت کی سنجیدہ تقاریب کا انعقاد کیا گیا۔ اس ایک دہائی پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مختلف شعبہ ہائے علم سے تعلق رکھنے والے اہلِ دانش اس نکتے پر متفق نظر آتے تھے کہ نوزائیدہ مملکت کی بنیادوں میں کچھ ایسے جوہر بھر دیے جائیں جو آنے والے زمانوں میں اس عمارت کو کم زور نہ ہونے دیں۔ اب یہاں اس تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس گھر کو گھر کے چراغ ہی سے کیسے آگ لگی اور کس طرح نَو بہ نَو فتن برپا ہوتے رہے جنھوں نے جس نے رفتہ رفتہ اس ملک کی نِیو ہی کھود کر رکھ دی۔

ان کاوشوں کا رخ اردو مشرقی علوم و ادبیات کی جانب بھی رہا۔ شعر و ادب سے قطعِ نظر ان سرگرمیوں پر بھی خاص توجہ کی گئی جن کے رُو بہ عمل آنے سے اردو زبان کے پیرایۂ اظہار میں وسعت، گہرائی اور گیرائی کے عناصر کا شمول ہو سکے۔ جیسے ۱۹۵۰ء میں لاہور میں مجلس ترجمہ کی بنیاد رکھی گئی جس نے آگے چل کر مجلس ترقیِ ادب، لاہور کا رُوپ دھارا۔ (۱) کراچی میں انجمن ترقیِ اردو، پاکستان کے اہتمام سے ۱۹۴۹ء میں اردو کالج کا قیام عمل میں آیا، جہاں معاصر سائنسی علوم کی اردو زبان میں تدریس کو یقینی بنایا جانا تھا۔ (۲) اسی طرح جامعہ کراچی میں ۱۹۵۷ء میں ادارہ تصنیف و تالیف ترجمہ قائم ہوا۔ (۳) پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں ۱۹۶۲ء میں ادارہ تالیف و ترجمہ قائم کیا گیا۔ (۴)

ایسی ہی کاوشوں کا ایک مرکز اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی بھی تھا۔ اورینٹل کالج کے قیام (۱۸۷۰ء) ہی سے یہاں عربی اور فارسی کے شعبے قائم تھے اور بلند پایہ تحقیقی کارنامے انجام دے چکے تھے۔ قیامِ پاکستان کے فوری بعد ۱۹۴۸ء میں یہاں شعبۂ اردو بھی قائم کیا جا چکا تھا۔ اسی تسلسل میں اعلیٰ جماعتوں کے لیے اردو اور دیگر مشرقی زبانوں کی تدریس کو کافی نہیں سمجھا گیا۔ مشرقی علوم و ادبیات کی ترقی و فروغ کے لیے دیگر عملی کاموں کا ڈول بھی ڈالا گیا۔ پنجاب یونیورسٹی ہی میں ادارہ تالیف و ترجمہ قیام پذیر ہوا۔ آنے والے برسوں میں اردو زبان اور مشرقی علوم و ادبیات کی ترقی اور فروغ کے لیے شعبۂ اردو کے اوّلین سربراہ، اورینٹل کالج کے نام وَر پرنسپل، ڈاکٹر سید عبد اللہ نے مرکزی کردار ادا کیا۔ سید عبد اللہ ۱۹۴۸ء میں اردو اکیڈمی کے قیام کے محرّک بن چکے تھے، جو بعد کو مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور کے نام سے جانی گئی۔ اکیڈمی کے تحت آنے والے چند برسوں میں سائنسی موضوعات کو اردو میں منتقل کیا گیا اور سائنس کی تعلیم و تدریس کو اردو میں منتقل کرنے کی سنجیدہ کوششیں کی گئیں۔ (۵)

اردو اور مشرقی علوم و ادبیات کی ترقی و توسیع کے لیے سید عبد اللہ کی مساعی کی یہ چند ایک جھلکیاں ہیں۔ اُن کی اس نوعیت کی خدمات کے جائزے کے لیے الگ سے مفصل تحقیقی کام کی گنجائش ابھی بھی باقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر سید عبد اللہ کا نام کسی بھی طور

پاکستان میں مشرقی زبانوں کی محافظت کی تاریخ سے محو نہیں کیا جا سکتا۔ حواشی میں چند ایک مصادر کی فہرست سے سید عبد اللہ کے اس نوعیت کے کاموں کی جامعیت اور تنوع کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔[۲]

حال ہی میں سید عبد اللہ کی اس نوعیت کی مساعی سے متعلق چند نئی دستاویزات دریافت ہوئی ہیں، جو اشارہ کرتی ہیں کہ جنوری ۱۹۵۹ء میں سید عبد اللہ کی تحریک اور تجویز پر لاہور کے اہلِ علم و دانش کی موجودگی میں 'مجلسِ مشاورت علومِ مشرقی' کا ڈول ڈالا گیا تھا۔ یہ دریافت اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی کے سابق پرنسپل اور مشرقی علوم و ادبیات کے قدر شناس و پارکھ، ڈاکٹر غلام معین الدین نظامی کی توجہ اور دل چسپی کی مرہونِ منّت ہے، جنھوں نے اس منصبی ذمہ داری کے سنبھالتے ہی اورینٹل کالج آرکائیوز کا قیام یقینی بنایا اور اس ضمن میں ذاتی کاوش سے کام لے کر کئی ایک قابلِ قدر دستاویزات کو دریافت کر کے آرکائیوز کا حصہ بھی بنایا۔

دستاویزات کے اس نئے مجموعے میں 'مجلسِ مشاورت علومِ مشرقی' کے تاسیسی اجلاس کے متعلق تمام ضروری کاغذات (جن میں کچھ سید عبد اللہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے بھی ہیں) جمع کر دیے گئے ہیں۔ مثلاً: مجلس مشاورت میں مدعو کیے جانے والے حضرات کے نام اور اُن کو بھجوائے گئے خط کا مسودہ، اس خط کے جواب میں مختلف افراد کی جانب سے موصول ہونے والے خطوط، اجلاس کے حضار کے نام اور پتے اُن کے اپنے قلم سے، اجلاس کی روداد کا ابتدائی اور صاف شدہ مسودہ، سید عبد اللہ کی تقریر کا مسودہ، اگلے روز اخبارات میں شائع شدہ خبروں کے تراشے۔ یہ فائل اس وقت اورینٹل کالج لائبریری کے آرکائیوز سیکشن میں محفوظ ہے۔ اس مضمون میں اسی مجلس کی تاسیس اور اس کے تاسیسی اجلاس کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

پاکستان میں پہلی فوجی حکومت کے قیام (اکتوبر ۱۹۵۸ء) کے بعد وطنِ عزیز کے بہت سے خیر خواہان کو یہ خوش امیدی دامن گیر ہونا شروع ہو گئی تھی کہ جمہوری سیاسی نظام کی پے بہ پے تنزلی اور عدم استحکام کے طویل دور کے بعد ایک مضبوط انتظامی اور سیاسی ڈھانچہ پاکستان کا مقدر ہو گا۔ اسی تسلسل میں نئے ملکی انتظام کے سامنے آنے کے دو ماہ کے اندر اندر ہی ڈاکٹر سید عبد اللہ (پرنسپل، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، صدر شعبۂ اردو) نے بھی موقعے کی مناسبت سے نئی حکومت کے سامنے چند ایسی تجاویز پیش کرنے کا سوچا جن کے ذریعے حکومت کی توجہ مشرقی زبانوں، ادبیات و علوم کی حوصلہ افزائی کی جانب منعطف کی جائے۔ چونکہ سید عبد اللہ اپنے مؤقف اور مقصد سے بہت مخلص تھے اور اس مقصد کی کامیابی کی خاطر وقتاً فوقتاً مختلف کاموں کا ڈول ڈالتے رہتے تھے۔

چنانچہ 'انقلابِ اکتوبر' کے دو مہینے بعد ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۸ء کو انھوں نے لاہور کے اہلِ علم و دانش کی خدمت میں مختصر سا مراسلہ ارسال کیا جس میں مکتوب الیہان کی توجہ اس جانب دلائی گئی تھی کہ پاکستان میں نئی حکومت اپنے قیام کے بعد ہر شعبۂ زندگی کا جائزہ لے رہی ہے۔ اسی تسلسل میں حکومت کی توجہ مشرقی علوم و السنہ کی حفاظت و ترویج کی جانب بروقت مبذول کروانا ضروری ہے۔ لہٰذا آپ حضرات ۳ر جنوری ۱۹۵۹ء کو اورینٹل کالج تشریف لا کر اس مسئلے پر اپنی تجاویز و سفارشات سے نوازیں۔ اس مراسلے کا متن ذیل میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

باسمہ

اورینٹل کالج لاہور

۲۶؍ دسمبر ۱۹۵۸ء

محترم بندہ

السلام علیکم! ملک میں نئی حکومت قائم ہو جانے کی وجہ سے جو صورت حال پیدا ہوئی ہے اور زندگی کے ہر شعبے کا جائزہ اور اسکی تعمیر کے لیے جو کوششیں کی جارہی ہیں ان کا تقاضا ہے کہ علوم مشرقی کے بقاء وتحفظ اور ان کی ترقی وترویج کے لیے حکومت اور تعلیمی کمیشن تک کسی موثر طریقے سے اپنی آواز پہنچائی جائے چنانچہ اس مسئلے پر غور کرنے کے لیے ۳؍ جنوری ۱۹۵۹ء کو ساڑھے تین بجے شام اورینٹل کالج میں ایک مجلس مشاورت منعقد کی جارہی ہے۔ آپ کو ان علوم سے جو گہری دلچسپی اور شغف ہے اس کی بناء پر مجھے پورا یقین ہے کہ آپ اس مجلس میں شرکت کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے ہمیں ضرور مستفید فرمائیں گے۔

نیاز مند

سید عبداللہ[۷]

سید عبداللہ کی جانب سے یہ دعوت نامہ جن شخصیات کو ارسال کیا گیا، ان کے ناموں کی مکمل فہرست دستاویزات کا حصہ ہے۔ یہاں چند ایک نمایاں نام درج کیے جاتے ہیں (مکمل فہرست حواشی میں ملاحظہ کیجیے): [۸]

خان بہادر مولوی محمد شفیع، علامہ علاؤالدین صدیقی، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، ڈاکٹر محمد باقر، آقا بیدار بخت خان، ایس اے رحمن، مولانا عبدالستار خان نیازی، ڈاکٹر مس خدیجہ فیروز دین، سلمیٰ تصدق حسین، ڈاکٹر وحید قریشی، افتخار احمد صدیقی، مولانا محمد داؤد غزنوی، ڈاکٹر صوفی ضیاء الحق، مولانا ابوالخیر عبداللہ (اسلامیہ کالج لاہور)، خواجہ دل محمد، عبدالمجید سالک، غلام رسول مہر، مرزا مقبول بیگ بدخشانی، علم الدین سالک، مولانا محمد حنیف ندوی، نصر اللہ خان عزیز (تسنیم)، مسٹر ابو بکر غزنوی، حکیم محمد حسن قرشی، راجا حسن اختر، خواجہ عبد الرحیم، نذر محی الدین (سجادہ نشین بٹالہ شریف)، سید وزیر الحسن عابدی، سید جعفر شاہ ندوی (ادارہ ثقافت اسلامیہ)، حکیم نیر واسطی، مولوی غلام محی الدین قصوری (صدر، انجمن حمایت اسلام، لاہور)، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، عبد اللہ قریشی، اکمل علیمی، ہمایوں ادیب (نوائے وقت)، نسیم حجازی (کوہستان)، نصیر ہمایوں (قومی کتب خانہ)، مسز فیض احمد فیض (ایلس فیض)، مولانا یحییٰ امام خاں نوشہروی، خضر تمیمی صاحب (ایڈووکیٹ)، پروفیسر حمید احمد خان، عبدالرحمٰن چغتائی، پروفیسر وقار عظیم، ڈاکٹر عبادت بریلوی، عبدالشکور احسن، آفتاب احمد (کنٹرولر ملٹری اکاؤنٹس)، احسان دانش، محمد زکی کیفی (ادارہ اسلامیات)۔

اس فہرست کو دیکھ کر بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سید عبد اللہ کی مشاورت کا دائرہ کار کس قدر وسیع تھا اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے متعدد فاضلین اس میں شامل تھے۔ سید عبد اللہ کے دعوت نامے کے جواب میں بہت سے حضرات نے جوابی خط تحریر کیے، جن میں سے ایک خط اپنی محتویات کی اہمیت کے سبب یہاں پیش کیا جا رہا ہے یہ خط خواجہ عبد الرحیم (بیرسٹر ایٹ لا) کا ہے جنھوں نے اس طویل خط میں، جو انگریزی میں تحریر کیا گیا تھا، پہلے اس عذر کا اظہار کیا کہ وہ متعلقہ تاریخ کو لاہور میں موجود نہ ہونے کے سبب شاید مشاورتی مجلس میں شامل نہ ہو سکیں۔ اس کے ساتھ ہی اپنی مفصل تجاویز مختلف نکات کی صورت میں تحریر کر بھیجیں۔ اس خط کے مختلف حصے اپنی اہمیت کے سبب یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

December 30, 1958
Dinga Singh Buildings
The Mall, Lahore

Dear Syed Abdullah,

Many thanks for your letter of invitation dated 26th December, 1958, for attending the meeting on the 3rd of January 1959, in connection with the Oriental Studies, I would love to participate but I apprehend that I may be out of Lahore on the 3rd of January, 1959. If my plans for going out do not materialise, then I shall certainly attend.

2. Lest I may be out of Lahore I would like to assure you of my fullest cooperation and support in the plans which you may formulate. My views are as follows which may kindly be considered:

(a) Pakistan is an Ideological State and it is essential that oriental studies, which can be a vehicle for furthering and fortifying the ideological basis of the State, should not only be encouraged but intensively supported by all including Government. At present enough attention is not being paid to the study of Arabic and Persian and Islamic Studies generally in our ordinary colleges. Oriental College is rendering valuable service but this is not enough for meeting the needs of the country today.

(b) Adequate steps must be taken for encouraging and financing research work in Islamic

Studies. Liberal scholarships for this purpose should be granted. It is a shame to see that Germany should have produced men like Von Kramer and England persons like Professor Brown and others, but Pakistan should not be occupying the centre of the stage of oriental research.

(c) Teachers who are engaged in teaching Arabic and Persian in an Oriental College or else-where should be relieved of a good deal of their ordinary teaching work and asked to concentrate on research.

(d) I feel that the boys and girls which our schools and colleges are turning out sadly lack even ordinary equipment in the matter of Islamic Studies and oriental languages. In my own opinion the curriculum in schools and colleges should be so framed as to give a proper grounding to boy by the school-leaving age in the reading of the Quran, life of the Prophet and Caliphs, and the salient features of Islamic History and the basic principles of Islam. This must be made compulsory and any boy failing in this should not be admitted to a school certificate or a degree. At present the boys take such subjects merely as useless adjuncts or a matter of Joke.

(e) A Journal of Oriental Studies, quarterly or six-monthly should be started.

(f) Those learned in Islamic and Oriental Studies in foreign lands should be invited to give series of lectures at suitable centres in Pakistan. Similarly competent men from our country can go out. It is inevitable that some kind of reciprocal basis will eventually be established.

(g) Good Oriental Libraries should be established where none exist at present. In the matter of libraries, we are extremely poor. I remember that at Cambridge University where I had the privilege of receiving education at one stage, I found that even ordinary tutors

had private libraries which will compare favourably with the library of an ordinary college in Pakistan.

(h) That Liberal Scholarships should be given to intelligent and able persons for studying abroad. This may mean establishing contacts with Al-Azhar University and other centres of learning in Germany, England, France, U.S.A. etc.

(i) The standard of pay admissible to Professors and teachers in Oriental College and Professors and lecturers in Arabic and Persian in other colleges should be raised to parity with the salaries admissible to Professors and teachers in English, History etc. I am making this suggestion on the assumption that there is at present disparity. If I am wrong in this assumption, then this suggestion may be dis-regarded.

(j) An Oriental Research Institute may kindly be set up which will bring together college Professors and Teachers interested in this subject and others who are outside the walls of the colleges. In fact, the research centre may be attached to the Institute. It should be an autonomous body neither ruled by the Department of Education nor by the University. It should, however, be given liberal financial aid by Government, the University and other donors.

With best regards,
Yours sincerely,
Abdur Rahim [9]

انجمن حمایتِ اسلام، لاہور کے صدر مولوی غلام محی الدین قصوری، حکیم نیّر واسطی، عبد اللہ قریشی کے جوابی خطوط میں مختلف مصروفیات کے سبب اپنی شرکت سے معذوری ظاہر کی گئی تھی۔ عبد اللہ قریشی کے جوابی پوسٹ کارڈ کا متن یہاں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

یکم جنوری ۱۹۵۹ء

محترم سید صاحب، السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ جس میں آپ نے ۳ جنوری کو منعقد ہونے والی مجلس مشاورت میں شریک ہونے کی دعوت دی ہے، مجھے مل گیا ہے۔ جس کے لیے میں آپ کا بے حد ممنون ہوں مگر

افسوس کہ میں اس میں شریک نہ ہو سکوں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گزشتہ تین سال سے میری صحت اچھی نہیں رہتی۔ جون ۶۰ء میں میری میعادِ ملازمت ختم ہوتی تھی مگر میں نے آج ہی سے ڈیڑھ سال کی چھٹی لے لی ہے۔ اس سلسلے میں دفتر والے مجھے ۳ جنوری کو تین ہی بجے، الوداعی پارٹی دے رہے ہیں۔ اس کے بعد میں ان شاءاللہ دفتری پابندیوں سے آزاد ہو جاؤں گا اور آپ جو خدمت میرے سپرد فرمائیں گے، انجام دے سکوں گا۔ مولانا فیض الحسن سہارنپوری والا مضمون بھی اس کے بعد ہی خدمت میں حاضر کرنے کی کوشش کروں گا۔ والسلام

نیاز مند

محمد عبد اللہ قریشی (۱۰)

۳ر جنوری ۱۹۵۹ء کو 'مجلسِ مشاورتِ علومِ مشرقی' کا اجلاس حسبِ ضابطہ، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی کے ایوانِ اساتذہ میں ساڑھے تین بجے سہ پہر، منعقد ہوا۔ صدارت، علاء الدین صدیقی، رئیس شعبہ علومِ اسلامی، پنجاب یونیورسٹی کے سپرد تھی۔ دستاویزات کے اس مجموعے میں حاضرینِ مجلس کے نام اور پتے اُن کے اپنے خط میں لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ ۴۳ر افراد اس اجلاس میں شریک تھے۔ چند ایک نمایاں نام ذیل میں دیکھے جاسکتے ہیں: محمد علاؤ الدین صدیقی، ڈاکٹر عنایت اللہ، محمد باقر، عبد الصمد خاں [صارم]، ابو الخیر عبد اللہ، غلام محی الدین خلوت، عبد الستار خان نیازی، علم الدین سالک، صابر علی خان، محمد عبد اللہ چغتائی، افتخار احمد صدیقی، احسان دانش، وقار عظیم، اے۔ ڈی۔ ارشد، مقبول بیگ بدخشانی، اکمل علیمی، وزیر الحسن عابدی، غلام یٰسین خان نیازی، زینب خاتون کاکاخیل، آغا بیدار بخت، غلام حسین ذوالفقار، عبادت بریلوی، شکور احسن، نور الحسن خان۔

تلاوت کلام مجید کے بعد ڈاکٹر سید عبد اللہ، پرنسپل، یونیورسٹی اورینٹل کالج نے ایک مفصل خطبے کی صورت میں (جسے تقریر مقاصد کا نام دیا گیا تھا) اس اجلاس کے بلانے کی غایت بیان کی کہ حال ہی میں پاکستان میں برسرِ اقتدار آنے والی نئی حکومت نے تعلیمی کمیشن کے قیام کا اعلان کیا ہے۔ اس اجلاس کے بلانے کا سبب بھی یہی ہے کہ اس کمیشن تک ایسی سفارشات پہنچائی جائیں جو مشرقی و اسلامی علوم کی ترویج اور تحفظ کی ضامن ہوں۔ سید عبد اللہ کے خطبے کے نمایاں نکات یوں تھے (تقریر مقاصد کا مکمل متن حواشی میں ملاحظہ کیجیے): (۱۱)

۱۔ پاکستان بھر کے نظام تعلیم میں علوم اسلامی کو ان کے شایانِ شان برتر اور ہمہ گیر مقام دیا جائے۔

۲۔ مشرقی زبانوں یعنی عربی اور فارسی وغیرہ کو (جو ہمارے دین، تہذیب اور تاریخ کی آئینہ دار بھی ہیں) پاکستانی نظام تعلیم میں کسی معقول منصوبے کے تحت طریق سے جذب کیا جائے۔ نیز ان میں تخصص کے لیے ایسی صورت پیدا کی جائے جس سے ان زبانوں کے علم و ادب میں مہارت پیدا ہو۔

۳۔ اردو کی برتر قومی حیثیت کا واضح اعلان کیا جائے۔ اردو کو بلا تاخیر دفتر اور کاروبار کی زبان بنایا جائے۔ نظامِ تعلیم میں اس کو وہی رتبہ دیا جائے جو انگریزی کو حاصل ہے۔

۴۔ ملکی زبانوں اور دیگر مشرقی زبانوں کی ترقی و فروغ کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں اور بھنڈارکر انسٹی ٹیوٹ، شانتی نکیتن اور سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز، لندن کی طرح کے تعلیمی و تحقیقی ادارے قائم کیے جائیں تاکہ جملہ مشرقی اقوام کے ساتھ تہذیبی روابط مستحکم ہوں۔

۵۔ اسلامی قانون، اسلامی تاریخ اور اسلامی فلسفہ کے لیے تمام یونیورسٹیوں میں مستقل ادارے قائم کیے جائیں اور ان کی تحقیق و مطالعہ کو بہتر بنانے کے لیے عربی زبان و ادب کی تعلیم میں دلچسپی اور گہرائی پیدا کی جائے تاکہ یہ فریضہ بہ طریق احسن پورا ہو سکے۔

۶۔ ملکی تعلیم ارزاں ہو، مدت تعلیم کم کی جائے اور اس کے راستے ہر اس شخص کے لیے کھلے رکھے جائیں، جو اس کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یورپین انداز کے پبلک سکولوں پر خاص نگرانی رکھی جائے، کہ ان کا تعلیمی نظام، غیر پاکستانی ذہنیت نہ پیدا کر سکے اور پاکستانی عوام سے برتر ہونے کے احساس اور طبقاتی غرور و تکبر کو ترقی نہ ہو، مساوات انسانی کا جذبہ ترقی کرے۔

۷۔ مسلمانوں کے قدیم فنون کی حوصلہ افزائی کی جائے اور خوش نویسی، نقاشی اور یونانی طب کو ترقی کا پورا پورا موقعہ دیا جائے۔

سید عبداللہ کی اس گفتگو کے بعد حاضرینِ مجلس نے بھرپور انداز میں مندرجہ بالا نکات پر سیر حاصل بحث کی نیز اس موضوع سے متعلق اپنی اپنی آرا بھی پیش کیں۔[۱۲] بحث کا آغاز کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد باقر، صدر شعبہ فارسی، پنجاب یونیورسٹی نے کیا اور سید عبداللہ کے اٹھائے گئے نکات کی تائید کی۔ اپنی رائے دیتے ہوئے کہا کہ مناسب یہ ہو گا کہ ملکی زبانوں کی بجائے علاقائی زبانوں کا لفظ رکھا جائے اور ان کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے ان علاقوں کے لوگوں کو بھی ساتھ ملایا جائے۔ کیونکہ پشتو کی اہمیت پٹھانوں کے نزدیک اور سندھی کی اہمیت سندھیوں کے نزدیک بہت ہے اور تعلیم میں ان کو حیثیت دیے بغیر چارہ نہیں۔ قومی اور دفتری زبان کے طور پر، جہاں تک مغربی پاکستان کا تعلق ہے، اردو ہی انگریزی کی جگہ لے سکتی ہے۔ اگر ہم علاقائی زبانوں کے لوگوں کو ساتھ ملا کر چلیں تو اس مسئلہ کو حل کیا جا سکتا ہے۔

عبدالستار خان نیازی کے تاثرات یہ تھے کہ جہاں تک علاقائی زبانوں کے مسئلے کا تعلق ہے یہ دو طرح کا ہے۔ ایک تخریبی، دوسرا تعمیری۔ اس وقت جو علاقائی زبانوں کا مسئلہ درپیش ہے وہ تخریبی رجحان کی پیداوار ہے۔ قائد اعظم کی تقریرِ ڈھاکہ کا حوالہ دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ قائد اعظم قومی زبان کے مسئلہ میں اس قسم کے علاقائی رجحانات کے سخت خلاف تھے۔ یہ تعصبات قائد اعظم کی وفات کے بعد ابھرے اور موقعہ پرست سیاستدانوں نے ان تعصبات کو ابھار کر ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہا۔ اردو کے لیے مشکل یہ ہے کہ ایک طرف ہندوستان سے اسے ملک بدر کر دیا گیا ہے اور پاکستان میں اس کو علاقائی زبانوں کی ہم سطح چیز قرار دیا جا رہا ہے لیکن اس کے باوجود یہ ہر خطے ہر علاقے میں بولی، سمجھی اور لکھی پڑھی جاتی ہے۔ ہماری جدوجہدِ آزادی میں اردو کا مسئلہ بنیادی حیثیت رکھتا تھا۔ اس وقت ملک میں مارشل لا کے ماتحت جس طرح دوسری معاشرتی برائیوں کو دور کیا جا رہا ہے، اب اس قسم کے تعصبات اور تخریبی رجحانات کو بھی ختم کیا جانا چاہیے۔ موجودہ فوجی حکومت لائق تحسین ہے کہ وہ پھر سے ملک میں وحدت کی روح پیدا کر رہی ہے۔ علاقائی زبانوں کی تعمیری

ترقی کا کوئی شخص بھی مخالف نہیں لیکن ملک کی وحدت اور سالمیت کے لیے ایک قومی زبان، ایک تہذیب اور ایک کلچر کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ زبان سوائے اردو کے اور کون سی ہو سکتی ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ میں سید صاحب کے خیالات کی پر زور تائید کرتا ہوں اور ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ اس نازک موقعہ پر ہمارے دلوں کی ترجمانی کا حق ادا کر رہے ہیں۔

مندرجہ بالا شرکا کی آرا کے اس نوعیت سے سامنے آنے پر صدرِ اجلاس نے حاضرین سے درخواست کی کہ تقاریر سے زیادہ بہتر یہ ہو گا کہ سید عبد اللہ آئندہ لائحہ عمل کے بارے میں ٹھوس تجاویز پیش کریں تاکہ یہ مشاورت کسی نتیجہ خیز مرحلے تک پہنچ سکے۔

سید عبد اللہ نے خواجہ عبد الرحیم، بار ایٹ لا، کی تجاویز پڑھ کر سنائیں، جو بہت حد تک انھی کی پیش کردہ تجاویز سے ملتی جلتی تھیں۔ (اس خط عبارت اوپر نقل کی جا چکی ہے) حاضرین کے لیے اس خط کو پڑھنے کے بعد سید عبد اللہ کا کہنا تھا کہ جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے، یہ انگریزی کی جگہ لینا چاہتی ہے، جو اس کا جائز حق ہے۔ اگرچہ انگریزی کو بھی مغربی پاکستان کی حدوں میں بعض ضرورتوں کے لیے ہمیں رکھنا ہے لیکن اس کو غیر ضروری اہمیت دیتے رہنا ہمارے تعلیمی نظام میں خرابی کا باعث ہے۔ ضروری ہے کہ کچھ وقت کے لیے انگریزی اور اردو ایک ساتھ لازمی مضمون کے طور پر پڑھائے جائیں۔ ایک معیّن عرصہ کے بعد انگریزی کو خاص ضرورتوں کے وقت خاص خاص لوگوں کے لیے رکھا جائے۔ البتہ جہاں تک سرکاری دفاتر کا تعلق ہے، وہاں فی الفور اردو کو دفتری زبان بنا دینا چاہیے۔ چند ایک دفاتر میں بھی کچھ عرصہ کے لیے اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی کو رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جہاں تک علاقائی زبانوں کے سوال کا تعلق ہے تو ان زبانوں کی ترقی کا کوئی بھی مخالف نہیں بلکہ گزشتہ اورینٹل کانفرنس میں پیش کردہ تجاویز میں ان زبانوں کی ترویج و ترقی کے لیے بڑا زور دیا تھا۔ پہلے اردو کو وہ مقام دیا جائے جس پر آج انگریزی نے قبضہ کر رکھا ہے پھر باقی مسائل از خود حل ہو جائیں گے۔

خواجہ عبد الرحیم کے اس خط پر اپنی رائے دینے کے بعد سید عبد اللہ نے ایک وفد کی تشکیل کی تجویز دی جو جو صدرِ مملکت اور تعلیمی کمیشن سے مل کر علوم مشرقی کی حرمت و ترقی کے بارے میں تجاویز پیش کرے۔ حاضرین کے وضاحت طلب کرنے پر کہ یہ تجاویز کن بنیادوں پر مرتب کی جائیں؟ صدرِ اجلاس نے کہا کہ یہ تجاویز اورینٹل کانفرنس ۱۹۵٦ء کی بنیاد پر مرتب کی جائیں گی۔ صدر مملکت سے ملنا اس وقت نہایت ضروری ہے اور یہ کام وفد کے ارکان ہی اس وقت کر سکتے ہیں۔

چوہدری نذیر احمد (ایڈووکیٹ، صدر بار ایسوسی ایشن) نے سید عبد اللہ کے خیالات سے اتفاق کیا۔ نیز صدرِ مملکت سے اپنی حالیہ ملاقات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ صدر مملکت، ملک کی تعمیر و ترقی کے بارے میں بڑے اچھے اور نیک جذبات رکھتے ہیں اگرچہ اپنی سابقہ ملازمت کی نوعیت کے سبب سے ان مسائل سے بہت حد تک دور ہیں۔ اگر ان مسائل کو ان کے روبرو جا کر گوش گزار کر دیا جائے تو وہ ان کی ضرورت و اہمیت سے باخبر ہو جائیں گے اور امید کامل ہے کہ ان مسائل سے باخبر ہونے کے بعد وہ ان کو حل کرنے کی بھی یقیناً سعی فرمائیں گے۔ اسی طرح وفد کو تعلیمی کمیشن سے بھی مل کر اپنے نقطہ نظر کو واضح کرنا چاہیے۔ نیز اس وفد کو کسی جماعت کی نمائندگی کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ مرزا عبد الحمید نے رائے دیتے ہوئے کہا کہ دو محضر نامے تیار کیے جائیں۔ ایک پر کالجوں اور جامعات کے اساتذہ کے دستخط ہوں اور دوسرے پر آئمہ مساجد و دینی مدارس سے متعلق افراد کے، پھر یہ دونوں محضر نامے صدر مملکت کی خدمت میں پیش کیے

جائیں۔ صدرِ اجلاس نے مرزا عبد الحمید کی تجویز پر کہا کہ محضر نامے کی تجویز بہت معقول ہے مگر دونوں کام بہت تاخیر طلب ہیں۔ عبد الستار خان نیازی نے کہا کہ اس مقصد کے لیے مشرقی علوم کے اساتذہ اور دینی نمائندوں کا ایک کنونشن بلایا جائے اور اس میں تجاویز منظور کی جائیں تو مناسب ہو گا۔

بحث کو سمیٹتے ہوئے سید عبد اللہ نے کہا کہ اس بحث و تمحیص میں تین تجویزیں سامنے آچکی ہیں: (۱) صدر مملکت سے ملاقات (۲) اربابِ کمیشن سے ملاقات (۳) علوم مشرقی کا ایک کنونشن۔ لیکن ان تینوں تجاویز میں تقدیم و تاخیر کے پہلو کو ضرور پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ ان کا کہنا تھا کہ علوم مشرقی کے بارے میں مطالبات کو بہت جلد مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ کنونشن تک انتظار کرنے میں تاخیر ہو جائے گی۔ پہلے دو نکات زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ کنونشن کا ذکر تو آسان ہے لیکن اس کو عملی صورت دینے میں بڑی مشکلات در پیش ہوتی ہیں۔ سید عبد اللہ کی رائے تھی کہ ان نکات کو دو حصوں میں تقسیم کر دینا مناسب ہو گا۔ پہلے ایک وفد تشکیل دیا جائے جو فی الوقت پہلی اور دوسری تجویز پر عمل درآمد یقینی بنائے اور اگر کنونشن ضروری ہو تو اس کے امکانات پر بھی غور کر لینا چاہیے۔

ڈاکٹر غلام یاسین نیازی نے نذیر احمد خان کی رائے کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ وفد کے ذریعے کسی جماعت کی نمائندگی ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ اسے محض اورینٹل کالج کا وفد سمجھا جائے۔ علوم مشرقی کے سلسلے میں جو مسائل در پیش ہیں انھیں طے کر لینا چاہیے۔ اورینٹل کالج کی توسیع اور دیگر مسائل کے حل کے بارے میں ٹھوس تجاویز مرتب کر کے تعلیمی کمیشن کو پیش کرنی چاہئیں۔

صدرِ اجلاس نے اس موقعے پر کہا کہ یہ تفصیلات پیش کرنے کا موقع نہیں ہے اور نہ ہی تفصیلات طلب کی گئی ہیں۔ اس مرحلے پر گفتگو صرف بنیادی مقاصد کی ہے۔ جب مقاصد پر اتفاق ہو جائے تو پھر تفصیلات بھی طے ہو جائیں گی۔ جو وفد صدرِ مملکت اور تعلیمی کنونشن سے ملے، وہ صرف مقاصد پر گفتگو کرے۔ نیز انھوں نے تجویز دی کہ اس اجلاس کے کنوینر، سید عبد اللہ کو اختیار دے دیا جائے کہ وہ وفد کے اراکین کا انتخاب خود کر لیں اور وہ وفد تجاویز مقاصد مرتب کرے۔ صدر مجلس کی یہ تجویز بالاتفاق منظور کر لی گئی۔

مشاورت کے اگلے حصے میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو کنونشن کے امکانات پر غور کرے اور اگر کنونشن ضروری ہو تو اس کے انتظامات کرے۔ درج ذیل حاضرین اس کمیٹی کے اراکین منتخب ہوئے: چوہدری نذیر احمد خان (کنوینر)، علاء الدین صدیقی، عبد الستار خان نیازی، ڈاکٹر عابد احمد علی صاحب، آقا بیدار بخت خاں، ڈاکٹر سید عبد اللہ، ڈاکٹر نظر الاسلام، ڈاکٹر محمد باقر، ڈاکٹر غلام یاسین نیازی۔

ان تجاویز کو منظور کرنے کے بعد مجلس مشاورت اختتام پذیر ہوئی۔

اس مشاورت کے انعقاد کے اگلے روز، ۴ر جنوری ۱۹۵۹ء کو اردو اور انگریزی کے نمایاں قومی اخبارات نے 'مجلسِ مشاورت علومِ مشرقی' کے منعقدہ پہلے اجلاس کو خبروں کا موضوع بنایا۔ *The Pakistan Times* نے "Plea to make Urdu National Language" کے عنوان سے، روزنامہ آفاق، لاہور نے "اردو کو سرکاری زبان قرار دیا جائے، علومِ شرقیہ کے ماہرین کا مطالبہ"، *Civil and Military Gazette*، لاہور نے "Replacement of English by Urdu Urged"، روزنامہ نوائے وقت، لاہور نے "

اردو کو قومی زبان قرار دینے کا مطالبہ "، روزنامہ امروز، لاہور نے "اردو کو دفتری زبان اور ذریعہ تعلیم بنانے کا مطالبہ"، کے عناوین سے اس مشاورت کی خبر شائع کی۔ چند ایک خبروں کے اقتباسات حواشی میں دیکھے جاسکتے ہیں۔[۱۳]

اس امر کا مزید سراغ نہیں ملتا کہ یہ مجلسِ مشاورت متذکرہ بالا تاسیسی اجلاس کے بعد بھی کسی اور سرگرمی میں مصروف ہو سکی یا نہیں۔ سید عبد اللہ کی اس نوعیت کی مساعی کا تذکرہ جن مصادر میں ہوا ہے (دیکھیے: حاشیہ ٦) اُن میں بھی اس مجلسِ مشاورت کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس نوعیت کی کاوشوں کے سبب مشرقی علوم اور اردو زبان کے تشخص کو برقرار اور محفوظ رکھنے کا جذبہ، اس مقصد سے مخلص افراد کے دلوں میں تازہ رہتا تھا۔ آنے والے زمانے میں یہ جذبہ بھی ماند پڑتا گیا اور ایک طرح سے لوگوں نے انگریزی کی جا و بے جا یلغار کے سامنے ہتھیار ڈالنے ہی میں عافیت سمجھی۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ سید امتیاز علی تاج، مجلس ترقی ادب، لاہور: تعارف اور خدمات، مطبع عالیہ، لاہور، سن ندارد۔

نیز دیکھیے: ایوب صابر، پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۱۵ تا ۱۹

۲۔ ایوب صابر، پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے، ص ۲٦ تا ۲۸

۳۔ ایضاً، ص ۲۲ تا ۲۵

۴۔ سید عبد اللہ، پاکستان میں اردو کا مسئلہ، مکتبہ خیابانِ ادب، لاہور، ۱۹۷٦ء، ۲٦۳ تا ۲٦۷

اس نوعیت کی دیگر ادارہ جاتی کاوشوں کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: ایوب صابر، پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء

۵۔ ایوب صابر، پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے، ص ۳٦ تا ۳۹

سید عبد اللہ، پاکستان میں اردو کا مسئلہ، ص ۲۳۰ تا ۲٦۳

ساجد صدیق نظامی، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور: اجمالی تعارف، مشمولہ اخبارِ اردو، مارچ ۲۰۲۱ء، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ص ۱۷-۱٦

٦۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

ممتاز منگلوری، سید عبد اللہ کی اردو خدمات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء۔

غلام حسین ذوالفقار، پاکستان میں نفاذِ اردو کی داستان، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء۔

سید عبداللہ، پاکستان میں اردو کا مسئلہ، مکتبہ خیابانِ ادب، لاہور، ۱۹۷۶ء۔

سید عبداللہ، تحریک نفاذِ اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۵ء۔

۷۔ فائل OCA-01، اورینٹل کالج آرکائیوز، اورینٹل کالج لائبریری، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ص ا

۸۔ مولانا خان بہادر محمد شفیع، علامہ علاؤ الدین صدیقی، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، ڈاکٹر محمد باقر، آقا بیدار بخت خان، جناب ایس اے رحمن، جناب فضل الحق (اکاؤنٹنٹ جنرل)، جناب بشیر احمد (سابق اکاؤنٹنٹ جنرل)، ڈاکٹر نیاز احمد، مولانا ابوالحسن شاہ، مولانا عبدالستار خان نیازی، ڈاکٹر مس خدیجہ فیروز دین، مسز کاکاخیل، سلمیٰ تصدق، ڈاکٹر آغا عبدالستار، مولانا عبدالقیوم بٹ، مولانا محمد داؤد غزنوی، ڈاکٹر غلام یٰسین نیازی (محکمہ تعلیم)، جناب مرزا عبدالحمید (دیال سنگھ کالج لاہور)، مولانا ابوالخیر عبداللہ (اسلامیہ کالج، لاہور)، غلام رسول شوق (راجگڑھ روڈ، لاہور)، خواجہ دل محمد (گلبرگ کالونی، لاہور)، مولانا عبدالمجید سالک، مولانا غلام رسول مہر، مرزا مقبول بیگ بدخشانی (گورنمنٹ کالج، لاہور)، مولوی خدا بخش، حافظ نذر احمد (اسلامیہ کالج، لاہور)، مولانا علم الدین سالک (اسلامیہ کالج، لاہور)، مولانا محمد حنیف ندوی، شیخ مبارک علی، مولانا نصر اللہ خان عزیز، غلام محمد ترنم، مولانا محمد ثناء اللہ خان (چیفس کالج، لاہور)، مسٹر ابوبکر غزنوی (اسلامیہ کالج، لاہور)، حکیم محمد حسن قرشی (بیڈن روڈ، لاہور)، مولوی ابراہیم علی چشتی، راجا حسن اختر، ڈاکٹر عبدالوحید، نذر محی الدین (سجادہ نشین، بٹالہ شریف)، ڈاکٹر محمد عبدالقوی لقمان، سید وزیر الحسن عابدی، سید جعفر شاہ ندوی (ادارہ ثقافت اسلامیہ)، ملک اسلم حیات (ایڈووکیٹ)، چوہدری نذیر احمد خاں (ایڈووکیٹ)، حکیم نیر واسطی، مولوی غلام محی الدین قصوری، حافظ احمد یار (اسلامیہ کالج)، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، پروفیسر فیروز الدین رازی (گورنمنٹ کالج، لاہور)، اے ڈی ارشد (اسلامیہ کالج)، سید اولاد علی گیلانی، محی الدین قصوری، سراج الدین پال (ایڈووکیٹ)، خواجہ صلاح الدین، عبداللہ قریشی، مولوی بشیر احمد (سمن آباد)، ڈاکٹر صابر علی خاں، اکمل علیمی، ہمایوں ادیب (نوائے وقت)، نسیم حجازی، فضل الدین قریشی، ملک محمد شریف، نصیر ہمایوں (قومی کتب خانہ)، خواجہ عبدالحی فاروقی، مسز فیض احمد فیض، مولانا یحییٰ امام خاں نوشہروی، خان اے رحمٰن، خضر تمیمی (ایڈووکیٹ)، خالد محمود شمسی (ایڈووکیٹ)، پروفیسر حمید احمد خان، ڈاکٹر رفیق احمد (دیال سنگھ کالج)، پروفیسر محمود احمد خان (مجلس زبان دفتری)، ڈاکٹر بشارت احمد، محمد دین کاتب، عبدالرحمن چغتائی، ملک شمس الدین، پروفیسر وقار عظیم، ڈاکٹر عبادت بریلوی، عبدالشکور احسن، عبدالوحید انصاری، ملک عبداللہ، سید الطاف حسین بخاری، آفتاب احمد (کنٹرولر، ملٹری اکاؤنٹس)، شیخ نصیر احمد (ایڈووکیٹ، شاہ جمال روڈ، لاہور)، احسان دانش، شیخ نیاز احمد (کوکب منزل، لاہور)، محمد زکی (ادارہ اسلامیات)، محمد اسلم ملک، ڈاکٹر عابد احمد علی، پروفیسر اقبال (ایم اے او کالج)، قاضی سعید الدین، شیخ احسان علی (ایڈووکیٹ، چونا منڈی، لاہور)، سلیم الحق حقی (ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر جنرل، ماڈل ٹاؤن، لاہور)، سید رشید احمد بخاری (سٹیٹ بینک آف پاکستان)، سید محمد یوسف خان (ایڈووکیٹ، ٹیمپل روڈ، لاہور)

۹۔ فائل OCA-01، اورینٹل کالج آرکائیوز، ص۱۸تا۲۰

۱۰۔ ایضاً، ص۲۵

۱۱۔ ایضاً، ص۱۰تا۱۵

تقریر مقاصد از ڈاکٹر سید عبداللہ

حضرات! ہمارا ملک جس خاموش مگر نتیجہ خیز انقلاب سے دوچار ہوا ہے اس سے آپ باخبر ہیں۔ اس انقلاب کے ضمن میں قومی زندگی کی از سر نو تعمیر کی جو کوششیں ہو رہی ہیں وہ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں۔ مجموعی لحاظ سے اس نئے انقلاب نے ملک بھر میں راستی، راست بازی، انسانیت اور اعلیٰ مقاصد کے لیے پھر سے ایک اعتماد کی فضا قائم کر دی ہے اور ظاہر ہے کہ شرافتوں کے احساس کے اس احیاے ثانی کے لیے نئی حکومت کے لیے ہمارے دل جذبہ تشکر سے لبریز نہ ہوں تو یہ حد درجہ ناسپاسی کا مظاہرہ ہو گا۔ آپ کو معلوم ہے کہ موجودہ حکومت نے جہاں بہت سے اور اقدامات کیے ہیں وہاں ایک تعلیمی کمیشن بھی قائم کیا ہے اور ظاہر ہے یہ بھی ملکی ترقی کے لیے ایک بنیادی اقدام ہے اور یہ خوشی کی بات ہے کہ حکومت اس فریضے سے بھی غافل نہیں رہی۔

آج کے اجتماع کی تحریک بھی دراصل اسی ضرورت سے ہوئی ہے کہ تعلیمی کمیشن کے اعلان کی روشنی میں قومی ضرورتوں اور غایتوں کا جائزہ لیا جاے۔ اور یہ فیصلہ کیا جائے کہ ملک کے آئندہ تعلیمی نظام میں اسلامی علوم، قومی زبان اردو، مشرقی زبانوں اور دوسرے تہذیبی مفادات کا کیا مقام ہونا چاہیے اور اس مقام کے حصول کے لیے کیا کیا ذرائع اختیار کرنے چاہئیں۔ اس سلسلے میں، مَیں صدر مملکت کی بنگال والی ایک تقریر کا حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہوں جس میں انھوں نے ملک کی تعلیمی ضرورتوں کی صراحت کی ہے۔ صدر مملکت کے الفاظ، یوں محسوس ہوتا ہے گویا ہمارے ہی دل کی آواز بازگشت ہیں۔ اس بیان میں صدر مملکت نے گزشتہ نظام تعلیم کو دور غلامی کی یادگار، قومی و تعلیمی دونوں اعتبار سے ناقص قرار دیا ہے اور کمیشن سے توقع ظاہر کی ہے کہ وہ ایک ایسے نظام تعلیم کی سفارش کرے جو مخصوص قومی مقاصد کی پاسداری کرے اور سیرت و کردار کی تخلیق و تکمیل کرے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ قائم شدہ کمیشن ان قومی مقاصد کی پاسداری کس طرح کرے گا۔ کمیشن کے فاضل ارکان کی قابلیت پر ہمیں پورا اعتماد ہے مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مخصوص قومی مقاصد کی تعریف و تعبیر ان کے نزدیک کیا ہے؟ بہر صورت ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم حکومت وقت کو (جس کا خلوص ظاہر ہے) اور کمیشن کے ارکان کو (جس کی دیانت و بصیرت پر ہمیں اعتماد ہے) اپنے نقطہ نظر سے ضرور آگاہ کر دیں۔

حضرات! اس موضوع پر کسی لمبی تقریر کی ضرورت نہیں۔ میں ان مقاصد کا ایک خلاصہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن سے ہمارے نقطہ نظر کی تشکیل ہوئی ہے اور جن کا ہم بار بار اعلان کر چکے ہیں۔ خصوصاً ۱۹۵۷ء کی بین الاقوامی پاکستان اورینٹل کانفرنس کے اجلاس میں، جو ڈاکٹر جسٹس ایس اے رحمٰن کی صدارت میں منعقد ہوا تھا، ان مقاصد کو تجویزوں اور

مطالبوں کی صورت میں پیش کر دیا گیا تھا مگر اس زمانے کی حکومت اور تعلیم کے ارباب حکومت نے ان میں سے کوئی مطالبہ پورا نہ کیا حالانکہ ان میں سے ہر مطالبہ ہماری قومی اور تعلیمی زندگی کے لیے سنگ بنیاد کا درجہ رکھتا ہے۔ میں اس موقعہ پر ان مقاصد یا مطالبات کا اعادہ کرتا ہوں:۔

۱۔ پاکستان بھر میں علوم اسلامی کو نظام تعلیم میں ان کے شایانِ شان برتر اور ہمہ گیر مقام دیا جائے۔

۲۔ مشرقی زبانوں یعنی عربی اور فارسی وغیرہ کو (جو ہمارے دین، تہذیب اور تاریخ کی آئینہ دار بھی ہیں) پاکستانی نظام تعلیم میں کسی معقول منصوبے کے تحت ایسے طریق سے جذب کیا جائے کہ پاکستان کا تعلیم یافتہ شخص اپنی تعلیمی زندگی میں کسی نہ کسی صورت میں ان سے ضرور بہرہ مند ہو سکے اور دوسری طرف ان کے تخصص کے لیے ایسی صورت پیدا کی جائے جس سے ان زبانوں کے علم و ادب میں کامل مہارت پیدا ہو تا کہ ان علوم کی تحقیق کے لیے مناسب ماہرین پیدا ہوتے رہیں۔

۳۔ اس ضمن میں اساتذہ کے درجے اور منصب کا سوال بھی ہے اس معاملے میں اس وقت تک جو تفاوت روا رکھا جاتا رہا ہے، اس کو دور کیا جائے۔

۴۔ اردو کی برتر قومی حیثیت کا واضح اعلان ہی نہ کیا جائے بلکہ اردو کو بلا تاخیر دفتر اور کاروبار کی زبان بنایا جائے اور تمام نظام تعلیم میں اس کو وہی رتبہ دیا جائے جو اب انگریزی کو حاصل ہے۔

۵۔ ملکی زبانوں اور دیگر مشرقی زبانوں کی ترقی و فروغ کے لیے مناسب اقدامات کیے جائیں اور بھنڈارکر انسٹی ٹیوٹ شانتی نکیتن اور لنڈن سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز کی طرح کے تعلیمی و تحقیقی ادارے قائم کیے جائیں تا کہ جملہ مشرقی اقوام کے ساتھ ہمارے تہذیبی روابط مستحکم ہوں اور مشرقیات کی اساس پر ہمہ گیر خیر سگالی اور تعاون کی بنیادیں مضبوط ہوں۔

۶۔ اس غرض کے لیے سب سے پہلے پنجاب یونیورسٹی کے قدیم ترین کالج یعنی اورینٹل کالج کی توسیع عمل میں لائی جائے اور اس کے نصاب و نظام کو کسی معقول منصوبے کے تحت مزید تقویت دی جائے۔

۷۔ ملک بھر میں دینی مدارس اور علوم مشرقی کے پرائیویٹ اداروں کی تنظیم کی جائے اور ان سب کو ایک نظام میں منسلک کر کے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اور ان سے قومی تعلیم کا کام لیا جائے۔

۸۔ اسلامی قانون، اسلامی تاریخ اور اسلامی فلسفہ کے لیے تمام یونیورسٹیوں میں مستقل ادارے قائم کیے جائیں اور ان کی تحقیق و مطالعہ کو بہتر بنانے کے لیے عربی زبان و ادب کی تعلیم میں دلچسپی اور گہرائی پیدا کی جائے تا کہ یہ فریضہ بہ طریق احسن پورا ہو سکے۔

۹۔ قائد اعظم کے یاد گاری فنڈ سے ایک دارالعلوم کے قیام کا جو وعدہ کیا گیا تھا اس کو پورا کیا جائے۔ اور کسی مرکزی مقام پر اس کی تاسیس و تشکیل کی جائے۔

۱۰۔ علامہ اقبال کی تعلیمات کرنے اور ان کے پیغام کی روح کو پھیلانے کے لیے پاکستان کی ہر یونیورسٹی میں اقبال کے نام پر چیئرز قائم کی جائیں۔

۱۱۔ ملکی تعلیم ارزاں ہو، مدت تعلیم کم کی جاے اور اس کے راستے ہر اس شخص کے لیے کھلے رکھے جائیں جو اس کی صلاحیت رکھتا ہو۔ طلبا کی تعلیم و تربیت میں کفایت شعاری کا عنصر شامل کیا جاے تا کہ اسراف و تعیش کا زہر طلبا میں سرایت نہ کرے۔ اس کے علاوہ یورپین انداز کے پبلک سکولوں پر خاص نگرانی رکھی جاے اس غرض سے کہ ان میں تعلیم کا نظام، غیر ملکی انداز و غیر پاکستانی ذہنیت نہ پیدا کر سکے اور پاکستانی اعوام سے برتر ہونے کے احساس اور طبقاتی غرور و تکبر کو ترقی نہ ہو اور مساوات انسانی کا جذبہ ترقی کرے۔ ان سکولوں میں اسلامیات اور اردو کو خاص طور سے رواج دیا جائے۔

۱۲۔ مسلمانوں کے قدیم فنون اور فنی انداز نظر کی حوصلہ افزائی کی جاے اور خوش نویسی، نقاشی اور یونانی طب کو ترقی کا پورا پورا موقعہ دیا جائے۔

حضرات! یہ وہ چند نکات و مطالبات ہیں جن کا بار بار اعادہ ہوتا رہا ہے۔ ان پر اب بھی گفتگو، بحث و نظر اور لفظی ترمیم و اضافہ کی گنجائش ہے جس کے لیے ہر وقت دروازہ کھلا ہے مگر ان کے پس پردہ جو قومی، تعلیمی، دینی اور تہذیبی مقاصد موجود ہیں ان سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے ان مقاصد اور اعتقادات سے حکومت وقت اور ارباب کمیشن کو بروقت مطلع کر دیں۔ اس کی میرے خیال میں دو صورتیں ہیں۔ اوّل: صدر مملکت سے ملاقات۔ دوم: ارباب کمیشن سے براہ راست گفتگو۔ میری عاجزانہ رائے یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں پر بیک وقت عمل ہونا چاہیے۔ صدر مملکت سے اس لیے کہ یہ تحریک انھی کے ارشادات سے اثر پذیر ہوئی ہے اور ارباب کمیشن سے اس لیے کہ ان کو عام رائے اور عام احساسات سے بہر حال خبر دار کرنا ضروری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہمارے پاس کوئی معقول منصوبہ ہو گا تو صدر مملکت کی روشن ضمیری اس کا استقبال کرے گی اور ارباب کمیشن بھی اس کو اپنے لیے مفید خیال کریں گے اور ہمارے مشورے کو قبول کریں گے۔ اب یہ مسئلہ آپ صاحبوں کے سپرد ہے۔ آپ اس پر غور فرما کر مناسب فیصلے کر سکتے ہیں۔

۱۲۔ سید عبد اللہ کی تقریرِ مقاصد کے بعد ہونے والی تمام بحث فائل OCA-01، اورینٹل کالج آرکائیوز کے ص ۲۷ تا ۲۹ پر قلم بند کی گئی ہے۔

۱۳۔ مختلف قومی اخبارات میں مجلس مشاورت کے اس اجلاس کی کارروائی کی جھلکیاں، تراشوں کی شکل میں فائل OCA-01، اورینٹل کالج آرکائیوز کا حصہ ہیں۔ ص ۳۰ تا ۳۴۔ چند ایک تراشوں کے متن کے منتخب حصے ملاحظہ ہوں:

PLEA TO MAKE URDU NATIONAL LANGUAGE
Orientalist Convention in Lahore

(By a Staff Reporter) The Convenor of the meeting, Dr. S. M. Abdullah, Principal, Oriental College, Lahore, after his address, moved the resolution which

was approved unanimously. The meeting authorised him to form a representative committee of the Orientalists to seek an interview with the President to apprise him of the demands. He was further authorised to set up another committee to frame a scheme for the adjustment of languages in the curriculum at the various stages of education with a view to submitting a considered scheme to the education commission, expected to meet shortly.

The 12-point resolution demanded immediate replacement of English by Urdu as the national language. It was also stated that the new status of Urdu proposed by the meeting should be announced without any further delay and it should be made the official language. The resolution stressing the importance of Arabic and Persian languages in the country's culture, proposed that the learning of these languages should be incorporated in the curriculum in a way that every citizen during his academic career should acquire at least elementary knowledge of them.

A proposal, included in the resolution, stated that the teaching of various regional languages, Urdu and Oriental studies, should be organised through educational and research institutions, based on lines similar to those of Bhandarkar Institute, Shanti Niketan and London School of Oriental and African Studies. It was pointed out that this proposal if accepted will greatly help in strengthening Pakistan's relation with other Eastern countries. (*The Pakistan Times*, Sunday, January 4, 1959)

اردو کو سرکاری زبان قرار دیا جائے۔ علوم شرقیہ کے ماہرین کا مطالبہ

قائداعظم دارالعلوم جلد از جلد قائم کیا جائے

لاہور: ۴ جنوری۔ علوم شرقیہ کے مقامی ماہرین کے ایک کنونشن میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ اردو کو پاکستان کی سرکاری زبان قرار دیا جائے۔ تمام سرکاری دفاتر اور نجی اداروں میں انگریزی کے بجائے اردو میں کام کیا جایا کرے۔

اس کنونشن کی صدارت صدر، شعبہ اسلامیات، علامہ علاء الدین صدیقی نے کی۔ طلبا کو تعلیمی امور کے کسی مرحلے میں فارسی، عربی اور اسلامیات کی تعلیم دینے کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے۔ ایک قرارداد کے ذریعے قائد اعظم دار العلوم قائم کرنے کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ہر یونیورسٹی میں اقبالیات پر تحقیقات کرنے کے لیے ایک شعبہ قائم کرنے کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے۔ اس کنونشن میں آٹھ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بھی قائم کی ہے تاکہ مارچ میں ملک کے تمام ماہرین علوم شرقیہ کا کنونشن منعقد کرنے کا جائزہ لیا جاے۔ جس میں علوم شرقیہ اور اسلامی تعلیمات کے مسائل پر غور کیا جا سکے۔ اس کمیٹی کے صدر پاکستان بار ایسوسی ایشن کے صدر چودھری نذیر احمد مقرر کیے گئے ہیں۔ کنونشن نے پرنسپل، اورینٹل کالج، ڈاکٹر ایس عبداللہ کو اس بات کا اختیار دیا ہے کہ وہ ایک نمائندہ کمیٹی بنائیں جو تعلیمی کمیشن مقرر کرنے پر صدر ایوب کا شکریہ ادا کرے۔ انھیں ایک اور کمیٹی قائم کرنے کا بھی اختیار دیا گیا ہے جو کہ نصاب میں مشرقی زبانوں کو داخل کرنے کے سلسلہ میں غور کرے اور اپنی تجاویز تعلیمی کمیشن کو پیش کرے۔ (آفاق، لاہور، اتوار، ۴ جنوری ۱۹۵۹ء)

REPALCEMENT OF English by URDU URGED

The teachers of Oriental languages who met under the presidentship of Allama Alaudin Siddiqui in the Oriental College Lahore yesterday, called upon the Government that the English be replaced by Urdu as a national and official language of Pakistan.

The meeting demanded that Persian, Arabic and Islamic studies should be made compulsory. The meeting emphasised the need for establishing Quaid-i-Azam Darul Ulum and Iqbal chairs at the various Universities and for developing a national outlook.

The meeting authorised the Principal of the Oriental College Dr. S. M. Abdullah to form a committee which will meet the President Gen. Muhammad Ayyub Khan in this connection.

EDUCATION PLAN

Dr. Abdullah was also authorised to form a committee to prepare a scheme of education to be forwarded to the Education Commission.

Another committee was formed to consider the possibilities of holding a convention of educationists by

the end of March to organise expert opinion with regard to questions connected with the Oriental and Islamic education. (*Civil Military Gazette*, Sunday, January 4, 1959)

اردو کو قومی زبان قرار دینے کا مطالبہ

لاہور: ۴ جنوری، آج اورینٹل کالج میں السنہ شرقیہ کے اساتذہ اور مشرقی علوم سے دلچسپی رکھنے والے متعدد دوسرے اصحاب کے اجتماع میں ایک قرارداد کے ذریعے یہ مطالبہ دہرایا گیا کہ اردو کو انگریزی کی بجائے بلا تاخیر قومی زبان کا درجہ دیا جائے۔ اور اس طرح اردو کو فوراً سرکاری اور غیر سرکاری دفاتر میں رائج کیا جائے۔ علم و دانش سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کے اس اجتماع میں اردو اور دوسری مشرقی زبانوں بالخصوص عربی اور فارسی کے فروغ کے سلسلے میں کئی قراردادیں منظور کی گئیں۔ ان میں سے ایک قرارداد کے ذریعے یہ مطالبہ کیا گیا کہ فارسی، عربی اور اسلامیات کو نصاب تعلیم میں کسی نہ کسی مرحلہ پر لازمی مضامین قرار دیا جائے۔ اس اجتماع میں ایک کمیٹی مقرر کی گئی جو مارچ یا اپریل ۵۹ء میں مشرقی علوم کے ماہرین کی ایک کنونشن منعقد کرنے کے امکانات کا جائزہ لے گی۔ اجتماع میں اورینٹل کالج کے پرنسپل ڈاکٹر ایس عبداللہ کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ وہ مشرقی علوم میں دلچسپی رکھنے والے نمائندہ اصحاب پر مشتمل ایک کمیٹی نامزد کر کے صدر مملکت جنرل محمد ایوب خاں سے ملاقات کریں اور انھیں اردو اور دوسری السنہ شرقیہ کے بارے میں قوم کے جذبات سے آگاہ کریں۔ ڈاکٹر عبداللہ کو ایک اور کمیٹی نامزد کرنے کا بھی اختیار دیا گیا ہے جو تعلیمی کمیشن کے روبرو اس مضمون کا منصوبہ پیش کرے گی کہ آئندہ نصاب تعلیم میں مختلف زبانوں کو مختلف مراحل پر کیا مقام حاصل ہونا چاہیے۔ (نوائے وقت، لاہور، اتوار، ۴ جنوری ۱۹۵۹ء)

اردو کو دفتری زبان اور ذریعہ تعلیم بنانے کا مطالبہ

(ماہرین تعلیم کا ایک وفد صدر اور تعلیمی کمیشن کو رائے عامہ سے آگاہ کرے گا)

لاہور ۴ جنوری، ماہرین، اہل قلم، وکلا اور یونیورسٹی کے اساتذہ نے حکومت پاکستان پر زور دیا ہے کہ اردو کو بلا تاخیر دفتری زبان بنا دیا جائے اور پورے نظام تعلیم میں اس کو وہی مرتبہ دیا جائے جو آج انگریزی کو حاصل ہے۔ یہ مطالبہ مقامی دانشوروں کے ایک اجلاس میں کیا گیا جو یونیورسٹی اورینٹل کالج میں علامہ علاء الدین صدیقی کی صدارت میں منعقد ہوا اور اس میں کوئی چالیس ارباب علم و دانش نے شرکت کی۔ یہ اجلاس نظام تعلیم کی اصلاح کے بارے میں ٹھوس تجاویز مرتب کرنے کی غرض

سے بلایا گیا تھا جو قومی تعلیمی کمیشن کو پیش کی جائیں گی۔ اجلاس میں ایک کنونشن بلانے کا فیصلہ کیا گیا جس میں تعلیم و تدریس کے ہر شعبہ کے آئمہ شرکت کریں گے۔ کنونشن کی تیاری کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ (امروز، لاہور، اتوار، ۴ جنوری ۱۹۵۹ء)